آذری

ڈاکٹر وجیہ الدین
شعبہ فارسی ایم ایس یونیورسٹی، بڑودا، گجرات

صفوی عہد سیاسی، تمدنی، اقتصادی اور فنی اعتبار سے ایران کی تاریخ کا ایک اہم دور ہے۔ لیکن علم وادب کی ترقی کے لحاظ سے بہت زیادہ اہم نہیں، خاص طور سے فارسی زبان وادب کے لئے۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ صفوی سلاطین نے فارسی کے بجائے ترکی زبان میں زیادہ دلچسپی لی اور اس پر خاص توجہ دی اس عہد میں دیوانی، درباری اور فوج کی اصطلاحیں عام طور پر ترکی تھیں اور سرکاری افسر ترکی زبان کو بول چال میں استعمال کرتے تھے۔ حتیٰ کہ صفوی خاندان کے بانی، شاہ اسماعیل صفوی متخلص بہ خطائی، نے ترکی زبان میں اپنا دیوان یادگار چھوڑا ہے۔(۱)

صفوی دور سے پہلے تک ایران کی درباری اور سرکاری زبان فارسی تھی۔ حتیٰ کہ ترک سردار جنھوں نے وہاں حکومت کی اپنے دربار میں فارسی زبان میں گفتگو کرتے تھے، لیکن جب حکومت صفوی خاندان کے ہاتھوں میں آئی تو وہ ترکوں کی خوشنودی کے لئے ان کی زبان میں بات چیت کرنے لگے۔ صفویوں نے ترکی زبان کو درباری زبان بنایا حتیٰ کہ اپنے مذہب کی تبلیغ بھی ترکی زبان ہی میں کرنے لگے۔ ترکی زبان کے شعراء کی حوصلہ افزائی کی جاتی اور فارسی کے شعراء کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی جاتی(۲) ائمہ اطہار کی شان میں کہے گئے قصائد اور مراثی کے علاوہ ان کے باقی ماندہ کلام کو یکسر نظر انداز کر دیا جاتا۔

فارسی ادب کی نشو ونما میں بادشاہوں اور امیروں کی سرپرستی کا ایک خاص رول رہا ہے

شعراء نئے نئے پیرایوں میں شاعری کرتے اور اور بادشاہوں سے داد وانعام حاصل کرتے۔ دربار اور شعراء کے درمیان یہ رشتہ فارسی ادب کی ترقی میں ایک اہم کردار ادا کرتا رہا ہے۔ لیکن اس کے برخلاف اس دور میں فارسی ادب کی دربار وں کی سرپرستی سے محرومی کے نتیجے میں فارسی شاعری کا رابطہ دربار سے بالکل منقطع ہو گیا اور اس کا تمام تر تعلق صرف عوام سے رہ گیا۔(۳)

دوسرے یہ کہ اس عہد کی شاعری میں صنف مرثیہ اور مدح ائمہ کرام پر خاص توجہ دی گئی۔ یہ تحریک صفوی بادشاہوں کی مذہبی سیاست کا فطری اور لازمی نتیجہ تھی۔ اس خاندان کے حکمرانوں نے ملک پر اقتدار پاتے ہی ایران میں تشیع کی ترویج و ترقی کے لئے بہت زیادہ کوشش کیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور میں مذہبی علوم خاص طور سے شیعی فقہ و حدیث کو بہت ترقی ہوئی۔ ان علوم کے ماہر اور بڑے بڑے عالم و فاضل پیدا ہوئے۔ اس دور میں مرثیے اور ائمہ کرام کی مدح میں قصیدے کثرت سے لکھے گئے۔ یہ مذہبی سیاست بھی اس دور کے شاعروں کی فکر اور فارسی شاعری پر اثر انداز ہوئی۔(۴)

اس مذہبی سیاست اور طرز عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایران کے اچھے اچھے غزل گو شاعر مثنوی نگار اور داستان سرا شاعر یا تو دربار سے کنارہ کش ہو گئے یا پھر ہندوستان کے مغلیہ دربار میں چلے گئے۔ ہندوستان کا سیاسی و سماجی ماحول مذہبی تعصب سے عاری تھا اور یہاں کے مغل سلاطین و امراء نے ان کا گرم جوشی سے خیر مقدم کیا اور ان کی استعداد کے مطابق ان کو نوازا۔ ہندوستان میں مغل شہنشاہوں کی اس توجہ اور دلچسپی کی بنا پر فارسی زبان وادب بالخصوص فارسی شاعری نے بہت ترقی کی۔ اس سلسلے میں ان امراء کی معاونت اور دلچسپی سے بہت اہمیت رکھتی ہے، جو یا تو ایرانی النسل تھے یا ہندوستانی ہونے کے باوجود ایرانی تہذیب و تمدن میں رچے بسے تھے اور فارسی شعر و شاعری کا عمدہ ذوق بھی رکھتے تھے۔ چنانچہ ایران سے بہت بڑی تعداد میں شعراء نے ہندوستان کا رخ کیا ایران سے ہندوستان آنے والے اہم شعراء میں ایک نام والہ ہروی کا بھی ہے جو جہانگیر کے عہد میں ہندوستان آیا۔

والہ ہروی کا پورا نام درویش حسین والہ ہروی تھا، اس کے والد کا نام شیخ غلام علی تھا، جس کا ذکر اس نے اپنے ان اشعار میں کیا ہے۔

امام صومعہ شیخ جہاں غلام علی
بفر فقر بری ز احتیاج امکانی
ستودہ والا وشایستہ مرشد والہ
وجود آگہی و معنی مسلمانی(۵)

والہ فصیحی ہروی انصاری کا شاگرد تھا۔(۶) اس نے اپنے استاد کی تعریف اپنے دیوان میں جا بجا کی ہے، والہ کے تین فرزند تھے ان تین فرزندوں میں سے پہلے کی پیدائش ۱۰۴۰ھ مطابق ۱۶۳۰ء میں ہوئی اس کا نام محی الدین تھا اور ایک فرزند ۱۰۴۲ھ مطابق ۱۶۳۲ء میں متولد ہوا اس کا نام والہ نے اپنے والد کے نام پر غلام علی رکھا تھا، ان تین فرزندوں میں سے بچھلے کا کردار قابل ستائش نہ تھا۔ اسی وجہ سے غالباً اس سے ناراض رہتا تھا(۷)۔

محی الدین کی پیدائش کے موقع پر جو ۱۰۴۰ھ میں ہوئی تھی والہ نے تاریخی قطعہ کہا تھا۔ بقول والہ اس وقت خود اس کی عمر پچاس سال تھی۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ والہ کی ولادت ۹۹۰ھ مطابق ۱۵۸۲ء کے آس پاس ہوئی ہوگی۔(۸)

"صحف ابراہیم" کے مصنف کے مطابق والہ شاہ جہاں کے عہد میں ہندوستان آیا۔(۹) مگر یہ درست نہیں معلوم ہوتا، بلکہ اس کے برعکس والہ کے دیوان میں موجود متعدد اشعار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جہانگیر کے دور حکومت ہی میں ہندوستان آگیا تھا۔ ان اشعار میں سے ایک شعر درج ذیل ہے۔

خسرو ملک خدا فرمانروای بحر و بر
شاہ نور الدین جہانگیر ابن اکبر بادشاہ(۱۰)

والہ کا قیام کچھ دنوں بنارس میں رہا۔ بعد ازاں وہ وہاں سے حاکم بنگال کی دعوت پر بنگال چلا گیا۔ جہاں اس کی ملاقات بیدل سے متعدد بار ہوئی اس کی تائید بیدل کے "چہار عنصر" نیز تذکرہ "کلمات الشعراء" اور "صحف ابراہیم" سے بھی ہوتی ہے۔(۱۱)

والہ نے جہانگیر اور شاہجہاں کے عہد کے بہت سے واقعات کی جو ۱۰۲۴-۱۰۷۵ھ کے درمیان رونما ہوئے تاریخی بھی کہی ہے اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کم از کم والہ ۱۰۷۵ھ تک

حیات تھا[۱۲] یعنی اس نے ۸۵ سال سے زیادہ کی عمر پائی۔

والہ نے جہانگیر اور شاہجہاں کی تعریف میں قصائد لکھنے کے علاوہ اپنے استاد فصیحی ہروی، والد شیخ غلام علی، باقر خاں[۱۳] اور اعتماد الدولہ[۱۴] کے ساتھ ساتھ جہانگیر اور شاہ جہاں کے دربار کے دوسرے متعدد امراء کی تعریف میں بھی قصائد لکھے ہیں۔ ترکیب بند عام طور سے مرزا جان[۱۵] بیگ کی تعریف میں ہیں۔ معتقد خاں کی تعریف میں بھی ترجیع بند لکھے ہیں اور چند ہجویہ قطعات بھی اس کے دیوان میں ملتے ہیں۔

بانکی پور کیٹلاگ کے ایک خطی نسخہ کے مطابق والہ کے دیوان میں قصائد، ترجیع بند، ترکیب بند، قطعات اور غزلیات کے علاوہ ۱۱۲ رباعیات بھی شامل ہیں[۱۶]۔ والہ نے ایک مثنوی بھی خاقانی کی مثنوی تحفۃ العراقین کے تتبع میں لکھی ہے[۱۷]۔

والہ کے دیوان کے خطی نسخے مختلف لائبریریوں میں محفوظ ہیں۔ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور میں اس کے دیوان کا خطی نسخہ موجود ہے۔ راقم کی معلومات کی حد تک اس کا دیوان ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کی تدوین و تصحیح کر کے اس کو شائع کیا جائے۔

والہ کی دو رباعیات بطور نمونہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

یا رب زکرم عنایت چشم تری
از خود سفری زغیر قطع نظری
بر غفلت ما زهوشیاری حشری
در بیخبری گمیم از ما خبری

در دیده حیائی نبود دنیارا
در وعده ادائی نبود فردا را
گوش شنوا نیست نگویم که کرند
گرکام وزبانی بدهم غوغا را[۱۸]

حواشی و مآخذ

(۱) ذبیح اللہ صفا، مختصری در تاریخ تحول نظم و نثر پارسی، چودھواں ایڈیشن، ۱۳۷۳ھ ،ش، تہران، صفحہ ۷۶۔

(۲) اصغر حیدری، آذر بائیجان کی سرزمین پر تاریخی نظر، مشمولہ، مجلہ ایران شناسی، شمارہ نمبر ۴ر۲، ۱۹۹۶ء لاہور، صفحہ ۴۳۔

(۳) ذبیح اللہ صفا، ایضاً، ص ۷۷۔

(۴) ایضاً، ص ۷۸

(۵) مولوی عبد المقتدر خان، عربی و فارسی مخطوطات کی فہرست، اورینٹل پبلک لائبریری، بانکی پور، جلد سوم، ۱۹۱۲ء لنڈن، ص ۱۲۲۔

(۶) فصیحی انصاری الھروی خراسان کا ملک الشعراء تھا اس کے تین شاگرد تھے واؔلہ ہروی (جس کا ذکر اوپر آچکا ہے) ناظمؔ ہروی (وفات ۱۰۸۱ھ) اور جلال اسیرؔ اصفہانی (وفات ۱۰۴۹ھ) ناظم ہروی، عباس قلی خاں شاملو کے دربار کا شاعر تھا جو ہرات کا بیگلر بیگی تھا۔ جلال اسیرؔ ایران میں رہا یہ شاہ عباس اوّل کا داماد تھا اور مشہد میں حضرت امام رضا کے روضہ کا متولی تھا، زلالیؔ خوانساری جلال اسیر کا شاگرد تھا جسے شاہ عباس اوّل کے ملک الشعراء ہونے کا شرف حاصل تھا۔

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: (۱) نبی ہادی، ڈکشنری آف انڈو پرشن لٹریچر، ص ۱۵۔ ۶۱۴ (۲) عبد المقتدر خاں، ایضاً، ص ۷۰، (۳) نصر اللہ فلسفی، زندگانی شاہ عباس اول، جلد دوم، تہران، ۱۳۴۷ھ ش، ص ۲۰۲ (۴) تذکرہ شعرائے خوانسار، یوسف بخشی، تہران، ۱۳۳۶ھ، ص ۶۶۔

(۷) مولوی عبد المقتدر خاں، ایضاً، ص ۱۲۳۔

(۸) ایضاً، ص ۱۲۳

(۹) علی ابراہیم خاں خلیل، تذکرہ صحف ابراہیم، تصحیح و ترتیب عابد رضا بیدار، پٹنہ، ۱۹۷۸ء ص ۱۳۶۔

(۱۰) مولوی عبد المقتدر خاں، ایضاً، ص ۱۲۳۔

(۱۱) نبی ھادی، ڈکشنری آف انڈو پرشن لٹریچر، دہلی، ۱۹۹۵ء۔ ص ۱۵۔ ۶۱۴، محمد افضل سرخوش، تذکرہ کلمات الشعراء، ص ۱۲۳۔ صحف ابراہیم، ص ۱۳۶۔

(۱۲) مولوی عبدالمقتدر خاں، ایضاً، ص ۱۲۳۔

(۱۳) باقر خاں نجم ثانی:۔ کا سلسلہ نسب مرزا یار احمد اصفہانی سے ملتا ہے باقر خاں، میر نجم گیلانی جو شاہ اسماعیل صفوی کے وکیل السلطنت تھے ان کی صحبت میں رہا، میر نجم گیلانی کی وفات کے بعد بادشاہ وقت نے اس کو عہدہ وکالت پر فائز کیا اور نجم ثانی کا خطاب عطا کیا جس کے باعث وہ دوسرے امرائے عظام سے بالاتر سمجھے گئے بعد میں وہ ہندوستان آیا اور اکبر بادشاہ کی ملازمت اختیار کی سہ صدی منصب پر فائز ہوا، جو بعد میں بڑھا کر اکبر نے نو سو کر دیا۔ اس کی شادی نور جہاں کی بہن خدیجہ بیگم کی لڑکی سے ہوئی۔ جس نے اس کی قسمت ہی بدل دی۔ دو ہزاری منصب پر حاکم ملتان مقرر ہوا اور اچھا حاکم ثابت ہوا۔ ملتان کو باقر آباد کے نام سے بھی جانا جانے لگا۔ جہانگیر نے اس کو فرزند کے خطاب سے نوازا اور شاہزادہ شاہ جہاں کے زمانے میں اودھ کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ جہانگیر کے آخری دنوں میں اڑیسہ کا صوبہ دار بنا۔ مگر رعایا سے بدسلوکی کی وجہ سے اس کو وہاں سے بعد میں معزول کیا گیا۔ شاہ جہاں کے چھٹے سن جلوس میں گجرات کی صوبہ داری بخشی گئی اور اس کے بعد الہ آباد کا صوبہ دار ہوا۔ وہیں اس نے ۱۰۴۷ھ میں وفات پائی۔ (شاہ نواز خاں، مآثر الامراء، تصحیح مولوی عبدالرحیم جلد اول، ایشیاٹک سوسائٹی، بنگال، کلکتہ، ۱۸۸۸ء ص ۱۱۔ ۴۰۸)

(۱۴) مرزا غیاث بیگ طہرانی، جو ہندوستان میں اعتماد الدولہ کے خطاب سے نوازے گئے، خواجہ محمد شریف کے فرزند تھے۔ ان کے والد مختلف ایرانی سلاطین کی سرکاروں میں ممتاز عہدوں پر فائز رہے۔ شاہ طہماسپ نے بھی ان کو نوازا اور اصفہان کی وزارت تفویض کی۔ اکبر کے زمانے میں ہندوستان آئے۔ اکبر نے ان کو سہ صدی منصب دیا اور کابل کی دیوانی پر فائز کیا۔ ان کی لڑکی مہر النساء کی شادی بعد میں جہانگیر سے ہوئی۔ اس کے بعد وہ چھ ہزاری منصب پر فائز ہوئے اور علم ونقارہ عطا ہو۔ ۱۰۳۱ھ میں انہوں نے وفات پائی۔ جہاں گیر کے عہد میں وہ وکالت کل پر فائض تھے اور اس عہد کے ممتاز ترین امراء میں تھے۔ (مآثر الامراء۔ جلد اول، ص ۱۳۱۔ ۱۲۷)

(۱۵) مرزا جان بیگ۔ جہانگیر کے وزیر الملک تھے اور بعد میں اعتماد الدولہ کو بھی مرزا جان بیگ کے ساتھ عہدہ دیوانی پر ساتھ شریک کر دیا تھا۔ (مآثر الامراء، جلد اول، ص ۱۲۹)

(۱۶) عبدالمقتدر خاں، ایضاً، ص ۱۲۵۔ ۱۲۴)

(۱۷) علی ابراہیم خاں خلیل، صحف ابراہیم، ص ۱۳۶۔

(۱۸) عبدالمقتدر خاں، ایضاً، ص ۱۲۵۔